چند اور مثالیں

ہم نے محض تاریخی بیان کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے فرانس کے نظریات اور فرانس ہی کے نتائج بیان کیے ہیں۔ لیکن یہ گمان کرنا صحیح نہ ہوگا کہ فرانس اس معاملہ میں منفرد ہے۔ فی الحقیقت آج ان تمام ممالک کی کم و بیش یہی کیفیت ہے جنہوں نے وہ اخلاقی نظریات، اور معاشرت کے وہ غیر متوازن اصول اختیار کیے ہیں جنکا ذکر پچھلے ابواب میں کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ممالک متحدۂ امریکہ کو لیجیے جہاں یہ نظامِ معاشرت اسوقت اپنے پورے شباب پر ہے۔

بچوں پر شہوانی ماحول کے اثرات | جج بن لنڈسے (Ben Lindsey) جسکو ڈنور (Denver) کی عدالت جرائم اطفال (Juvenile court) کا صدر ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نوجوانوں کی اخلاقی حالت سے واقف ہونے کا بہت زیادہ موقع ملا ہے، اپنی کتاب (Revolt of Modern Youth) میں لکھتا ہے کہ امریکہ میں بچے قبل از وقت بالغ ہونے لگے ہیں اور بہت کچی عمر میں ان کے اندر صنفی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں۔ اس نے نمونہ کے طور پر ۳۱۲ لڑکیوں کے حالات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان میں سے (۲۶۵) ایسی تھیں جو گیارہ اور تیرہ برس کے درمیان عمر میں بالغ ہو چکی تھیں اور ان کے اندر ایسی صنفی خواہشات اور ایسے جسمانی مطالبات کے آثار پائے جاتے تھے جو ایک ۱۸ برس اور اس سے بھی زیادہ عمر کی لڑکی میں ہونے چاہئیں۔[۱]

ڈاکٹر ایڈتھ ہوکر (Edith Hooker) اپنی کتاب (Laws of Sex) میں لکھتا ہے کہ

---

[۱] صفحہ ۸۲ تا ۸۶

"نہایت مہذب اور دولتمند طبقوں میں بھی یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ سات آٹھ برس کی لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں سے عشق و محبت کے تعلقات رکھتی ہیں ، جنکے ساتھ بسا اوقات مباشرت بھی ہو جاتی ہے" اس کا بیان ہے :۔

"ایک سات برس کی چھوٹی سی لڑکی جو ایک نہایت شایستہ خاندان کی چشم و چراغ تھی خود اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں سے ملوّث ہوئی ۔ ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پانچ بچوں کا ایک گروہ جو دو لڑکیوں اور تین لڑکوں پر مشتمل تھا اور جنکے گھر پاس پاس واقع تھے باہم شہوانی تعلقات میں وابستہ پائے گئے اور انہوں نے دوسرے ہم سن بچوں کو بھی اسکی ترغیب دی ۔ ان میں سب سے بڑے بچے کی عمر صرف دس سال کی تھی ۔ ایک اور واقعہ ایک ۹ سال کی بچی کا ہے جو بظاہر بہت حفاظت سے رکھی جاتی تھی ۔ اس بچی کو متعدد "عشاق" کی منظور نظر ہونے کا فخر حاصل تھا"[1]

بالٹیمور (Baltimore) کے ایک ڈاکٹر کی رپورٹ ہے کہ ایک سال کے اندر اس شہر میں ایک ہزار سے زیادہ ایسے مقدمات پیش ہوئے جن میں بارہ برس سے کم عمر کی لڑکیوں کے ساتھ مباشرت کی گئی تھی ۔[2]

یہ پہلا ثمرہ ہے اس ہیجان انگیز ماحول کا جس میں ہر طرف جذبات کو برانگیختہ کرنے والے اسباب فراہم ہو گئے ہیں ۔ امریکہ کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ "ہماری آبادی کا اکثر و بیشتر حصہ آج کل جن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے وہ اس قدر غیر فطری ہیں کہ لڑکے اور لڑکیوں کو دس پندرہ برس کی عمر ہی میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ عشق رکھتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ نہایت افسوسناک ہے ۔

[1] صفحہ ۳۲۰

[2] صفحہ ۱۷۷

اس قسم کی قبل از وقت صنفی دلچسپیوں سے بہت برے نتائج رونما ہو سکتے ہیں اور ہوا کرتے ہیں۔ ان کا کم سے کم نتیجہ یہ ہے کہ نوعمر لڑکیاں اپنے دوستوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں یا کم سنی میں شادیاں کر لیتی ہیں۔ اور اگر محبت میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو خودکشی کر لیتی ہیں۔"

تعلیم کا مرحلہ | اس طرح جن بچوں میں قبل از وقت صنفی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں ان کے لیے پہلی تجربہ گاہ مدارس ہیں۔ مدرسے دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان مدرسوں کی ہے جن میں ایک ہی صنف کے بچے داخل ہوتے ہیں۔ دوسری قسم ان مدرسوں کی جن میں تعلیم مخلوط ہے۔

پہلی قسم کے مدرسوں میں "محبت ہم جنس" (Homo-sexuality) اور "خود کاری" (Masturbation) کی وبا پھیل رہی ہے، کیونکہ جن جذبات کو بچپن ہی میں بھڑکایا جا چکا ہے، اور جنکو مشتعل کرنے کے سامان فضا میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں، وہ اپنی تسکین کے لیے کوئی نہ کوئی صورت نکال لینے پر مجبور ہیں۔ ڈاکٹر ہوکر لکھتا ہے کہ اس قسم کی تعلیم گاہوں، کالجوں، نرسوں کے ٹریننگ اسکولوں اور مذہبی مدرسوں میں ہمیشہ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن میں ایک ہی صنف کے دو فرد آپس میں شہوانی تعلق رکھتے ہیں اور صنفِ مقابل سے ان کی دلچسپی فنا ہو چکی ہے[۱]۔ اس سلسلہ میں اُس نے بکثرت واقعات ایسے بیان کیے ہیں جن میں لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ اور لڑکے لڑکوں کے ساتھ ملوث ہوئے اور دردناک انجام سے دوچار ہوئے۔ بعض دوسری کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ "محبت ہم جنس" کی وبا کس قدر کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر لوری Dr. Lowry اپنی کتاب (Herself.) میں لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک مدرسے کے ہیڈ ماسٹر نے ۸۰ خاندانوں کو خفیہ طریقہ سے اطلاع دی کہ ان کے لڑکے اب مدرسے میں نہیں رکھے جا سکتے کیونکہ ان میں "بد اخلاقی کی ایک خوفناک حالت" کا پتہ چلا ہے[۲]۔

---

[۱] صفحہ ۳۳۱ - [۲] صفحہ ۱۷۹

اب دوسری قسم کے مدارس کو لیجیے جن میں لڑکیاں اور لڑکے ساتھ مل کر پڑھتے ہیں۔ یہاں اشتعال کے اسباب بھی موجود ہیں اور اسکو تسکین دینے کے اسباب بھی۔ جس ہیجانِ جذبات کی ابتدا بچپن میں ہوئی تھی یہاں پہنچکر اسکی تکمیل ہو جاتی ہے۔ بدترین قسم کا فحش لٹریچر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ عشقیہ افسانے، نام نہاد "آرٹ" کے رسالے، صنفی مسائل پر نہایت گندی کتابیں، اور منع حمل کی معلومات فراہم کرنے والے مضامین۔ یہ ہیں وہ چیزیں جو عنفوانِ شباب میں مدرسوں اور کالجوں کے طالبین و طالبات کیلیے سب سے زیادہ باعث لطف ہوتی ہیں۔ مشہور امریکن مصنف ہینڈرچ فان لون (Hendrich von Loon) کہتا ہے کہ "یہ لٹریچر جسکی سب سے زیادہ مانگ امریکن یونیورسٹیوں میں ہے، گندگی، فحش اور بیہودگی کا بدترین مجموعہ ہے جو کسی زمانہ میں اسقدر آزادی کے ساتھ پبلک میں پیش نہیں کیا گیا۔" اس لٹریچر سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں، دونوں صنفوں کے جوان افراد ان پر آپس میں نہایت آزادی اور بے باکی سے مباحثے کرتے ہیں، اور اسکے بعد عملی تجربات کی طرف قدم بڑھایا جاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں مل کر (Petting parties) کے لیے نکلتے ہیں جن میں شراب اور سگرٹ کا استعمال خوب آزادی سے ہوتا ہے اور ناچ رنگ سے پورا لطف اٹھایا جاتا ہے[1]۔ لینڈسے کا اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم ۴۵ فیصدی لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکتی ہیں اور بعد کے تعلیمی مدارج میں اوسط اس سے بہت زیادہ ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"لڑکیاں خود اس چیز کے لیے اُن لڑکوں سے اصرار کرتی ہیں جنکے ساتھ وہ تفریحی مشاغل کے لیے جاتی ہیں۔ اور اس قسم کے ہیجانات کی طلب میں انکی جسارت و بے باکی لڑکوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتی، اگرچہ زنانہ فطرت ان اقدامات پر لطیف فریب کاریوں کے پردے ڈال دیتی ہے۔" (صفحہ ۷۰)

دوسری جگہ لکھتا ہے:۔

[1] How I Can Get Married, p. 172

"ہائی اسکول کا لڑکا بمقابلہ ہائی اسکول کی لڑکی کے اظہار جذبات کی شدت میں بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ عموماً لڑکی ہی کسی نہ کسی طرح پیش قدمی کرتی ہے، اور لڑکا اسکے اشاروں پر ناچتا ہے" (صفحہ ۵۰)

تین زبردست محرکات | مدرسے اور کالج میں پھر بھی ایک قسم کا ڈسپلن ہوتا ہے جو کسی حد تک آزادی عمل میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن یہ نوجوان جب تعلیم گاہوں سے مشتعل جذبات اور بگڑی ہوئی عادات لیے ہوئے زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو انکی شورش تمام حدود و قیود سے آزاد ہو جاتی ہے۔ یہاں انکے جذبات کو بھڑکانے کے لیے ایک پورا آتش خانہ موجود ہوتا ہے اور ان بھڑکے ہوئے جذبات کی تسکین کے لیے ہر قسم کا سامان بھی کسی وقت کے بغیر فراہم ہو جاتا ہے۔

ایک امریکن رسالہ میں ان اسباب کو، جنکی وجہ سے وہاں بد اخلاقی کی غیر معمولی اشاعت ہو رہی ہے اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

"تین شیطانی قوتیں ہیں جنکی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی، اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو انکے لباس اور بسا اوقات انکی برہنگی، اور سگرٹ کے روز افزوں استعمال، اور مردوں کے ساتھ انکے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور انکا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار کامل تباہی ہے۔ اگر انکو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جنکو یہی نفس پرستی اور شہوانیت انکی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔"

یہ تین اسباب جو تمدن و معاشرت کی پوری فضا پر چھائے ہوئے ہیں ہر اس جوان مرد اور جوان عورت کے جذبات میں ایک دائمی تحریک پیدا کرتے رہتے ہیں جسکے جسم میں تھوڑا سا بھی گرم خون موجود ہے۔

فواحش کی کثرت، اس تحریک کا لازمی نتیجہ ہے۔

فواحش کی کثرت امریکہ میں جن عورتوں نے زناکاری کو مستقل پیشہ بنالیا ہے انکی تعداد کا کم سے کم اندازہ چار اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے[1]۔ مگر امریکہ کی بیسوا کو ہندوستان کی بیسوا پر قیاس نہ کر لیجیے وہ خاندانی بیسوا نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسی عورت ہے جو کل تک کوئی آزاد پیشہ کرتی تھی۔ بری صحبت میں خراب ہو گئی اور قحبہ خانے میں آن بیٹھی۔ چند سال یہاں گذارے گی۔ پھر اس کام کو چھوڑ کر کسی دفتر یا کارخانہ میں ملازم ہو جائے گی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ امریکہ کی ۵۰ فیصدی بیسوائیں خانگی ملازموں (domestic servants) میں سے بھرتی ہوتی ہیں اور باقی پچاس فیصدی ہسپتالوں دفتروں اور دوکانوں کی ملازمتیں چھوڑ کر آتی ہیں۔ عموماً پندرہ اور بیس سال کے درمیان عمر میں یہ پیشہ شروع کیا جاتا ہے اور پچیس[2] تیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد وہ عورت جو کل تک بیسوا تھی قحبہ خانے سے منتقل ہو کر کسی دوسرے آزاد پیشے میں چلی جاتی ہے[2]۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ میں چار پانچ لاکھ بیسواؤں کی موجودگی درحقیقت کیا معنی رکھتی ہے۔

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے مغربی ممالک میں فاحشہ گری ایک منظم بین الاقوامی کاروبار کی حیثیت رکھتی ہے۔ امریکہ میں نیویارک، ریوڈی جنیرو اور بیونس آئرس اس کاروبار کی بڑی منڈیاں ہیں۔ نیویارک کی دو سب سے بڑی "تجارتی کوٹھیوں" میں سے ہر ایک کی ایک ایک انتظامی کونسل ہے جسکے صدر، نائب صدر اور سکرٹری باقاعدہ انتخاب کیے جاتے ہیں۔ ہر ایک نے قانونی مشیر مقرر کر رکھے ہیں تاکہ کسی عدالتی قضیہ میں پھنس جانے کی صورت میں ان کے مفاد کی حفاظت کریں۔ جوان لڑکیوں کو بہکانے اور اڑا کر لانے کے لیے ہزارہا دلال مقرر ہیں جو ہر جگہ شکار کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں۔ ان شکاریوں کی دستبرد کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ شکاگو میں آنے والے مہاجرین کی لیگ کے صدر نے ایک مرتبہ ۱۵ مہینہ کے اعداد و شمار جمع کیے تھے تو معلوم ہوا کہ اس مدت میں ۷,۲۰۰ لڑکیوں کے خطوط لیگ کے دفتر کو موصول

[1] Prostitution in the United States, p. 38

[2] ایضاً ص ۶۹-۶۴

ہوئے جن میں لکھا تھا کہ وہ شکاگو پہنچنے والی ہیں، مگر ان میں سے صرف ۱،۷۰۰ اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکیں۔ باقی پانچ ہزار کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ کہاں گئیں۔

قحبہ خانوں کے علاوہ بکثرت ملاقات خانے (Assignation Houses) اور (Call Houses) ہیں، جو اس غرض کے لیے آراستہ رکھے جاتے ہیں کہ "شریف" اصحاب اور خواتین جب باہم ملاقات فرمانا چاہیں تو وہاں انکی ملاقات کا انتظام کر دیا جائے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں ایسے ۷۸ مکان تھے۔ ایک دوسرے شہر میں ۴۳۔ ایک اور شہر میں ۳۳۔[۱] ان مکانوں میں صرف بن بیاہی خواتین ہی نہیں جاتیں بلکہ بہت سی بیاہی ہوئی خواتین کا بھی وہاں گذر ہوتا رہتا ہے۔[۲] ایک مشہور ریفارمر کا بیان ہے کہ "نیویارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا ایک تہائی حصہ ایسا ہے جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے۔ اور نیویارک کی حالت ملک کے دوسرے حصوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے"۔[۳]

امریکہ کے مصلحین اخلاق کی ایک مجلس (Committee of Fourteen) کے نام سے مشہور ہے۔ اس مجلس کی طرف سے بد اخلاقی کے مرکزوں کی تلاش اور ملک کی اخلاقی حالت کی تحقیقات اور اصلاح اخلاق کی عملی تدابیر کا کام بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ اسکی رپورٹوں میں بیان کیا گیا ہے کہ امریکہ کے جتنے رقص خانے، نائٹ کلب، حُسن گاہیں (Beauty-Saloons)، ہاتھوں کو خوبصورت بنانے کی دوکانیں (Manicure-Shops)، مالش کدے (Massage-Rooms) اور بال سنوارنے کی دوکانیں (Hair-Dressings) ہیں قریب قریب سب کے سب باقاعدہ

---

[۱] Prostitution in the United States, pp. 138-39

[۲] *Ibid*, p. 96

[۳] Herself, p. 116

قحبہ خانے بن چکے ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر - کیونکہ وہاں ناقابلِ بیان افعال کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

امراضِ خبیثہ فواحش کی اس کثرت کا لازمی نتیجہ امراضِ خبیثہ کی کثرت ہے - اندازہ کیا گیا ہے کہ امریکہ کی قریب قریب ۹۰ فیصدی آبادی ان امراض سے متاثر ہے - انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے سرکاری دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے ۲ لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ۶۰ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے - (۶۵۰) دواخانے صرف انہی امراض کے لیے مخصوص ہیں - مگر سرکاری دواخانوں سے زیادہ مرجوعہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کا ہے جنکے پاس آتشک کے ۶۱ فیصدی اور سوزاک کے ۸۹ فیصدی مریض جاتے ہیں - (جلد ۲۳ صفحہ ۴۵)

تیس اور چالیس ہزار کے درمیان بچوں کی اموات صرف موروثی آتشک کی بدولت ہوتی ہیں - دق کے سوا بقیہ تمام امراض سے جتنی موتیں واقع ہوتی ہیں ان سب سے زیادہ تعداد اُن اموات کی ہے جو صرف آتشک کی بدولت ہوتی ہیں - سوزاک کے متعلق ماہرین کا کم سے کم تخمینہ ہے کہ ۶۰ فیصدی جوان اشخاص اس مرض میں مبتلا ہیں، جن میں شادی شدہ بھی ہیں اور غیر شادی شدہ بھی - امراضِ نسواں کے ماہرین کا متفقہ بیان ہے کہ شادی شدہ عورتوں کے اعضاءِ جنسی پر جتنے آپریشن کیے جاتے ہیں ان میں سے ۷۵ فیصدی ایسی نکلتی ہیں جن میں سوزاک کا اثر پایا جاتا ہے۔[۱]

طلاق اور تفریق ایسے حالات میں ظاہر ہے کہ خاندان کا نظم اور ازدواج کا مقدس رابطہ کہاں قائم رہ سکتا ہے - آزادی کے ساتھ اپنی روزی کمانے والی عورتیں جنکو شہوانی ضروریات کے سوا اپنی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی مرد کی ضرورت نہیں ہے، اور جنکو شادی کے بغیر آسانی کے ساتھ مرد مل بھی سکتے ہیں، شادی کو ایک فضول چیز سمجھتی ہیں - جدید فلسفہ اور مادّہ پرستانہ خیالات نے ان کے وجدان سے یہ احساس بھی دور کر دیا ہے کہ شادی کے بغیر کسی شخص سے تعلقات رکھنا کوئی عیب یا گناہ ہے - سوسائٹی کو بھی اس ماحول

---

[۱] Laws of Sex, p. 204

نے اسقدر بے حس بنا دیا ہے کہ وہ ایسی عورتوں کو قابل نفرت یا ملامت نہیں سمجھتی۔ جج لنڈسے امریکہ کی عام لڑکیوں کے خیالات کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

"میں شادی کیوں کروں؟ میرے ساتھ کی جن لڑکیوں نے گذشتہ دو سال میں شادیاں کی ہیں، ہر دس میں سے پانچ کی شادی کا انجام طلاق پر ہوا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس زمانہ کی ہر لڑکی محبت کے معاملہ میں آزادیٔ عمل کا فطری حق رکھتی ہے۔ ہم کو منع حمل کی کافی تدبیریں معلوم ہیں۔ اس ذریعہ سے یہ خطرہ بھی دور کیا جا سکتا ہے کہ ایک حرامی بچے کی پیدائش کوئی پیچیدہ صورت حال پیدا کر دے گی۔ ہم کو یقین ہے کہ روایتی طریقوں کو اس جدید طریقہ سے بدل دینا عقل عام کا مقتضا ہے۔"

ان خیالات کی بے شرم عورتوں کو اگر کوئی چیز شادی پر آمادہ کرتی ہے تو وہ صرف جذبۂ محبت ہے۔ لیکن اکثر یہ جذبہ بھی دل اور روح کی گہرائی میں نہیں ہوتا، بلکہ محض ایک عارضی کشش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ خواہشات کا نشہ اتر جانے کے بعد زوجین میں کوئی الفت باقی نہیں رہتی۔ مزاج اور عادت کی ادنیٰ ناموافقت ان کے درمیان منافرت پیدا کر دیتی ہے۔ آخر کار عدالت میں طلاق یا تفریق کا دعویٰ پیش ہو جاتا ہے۔ لنڈسے لکھتا ہے:۔

"۱۹۲۲ء میں ڈینور میں ہر شادی کے ساتھ ایک واقعہ تفریق کا پیش آیا، اور ہر دو شادیوں کے مقابلہ میں ایک مقدمہ طلاق کا پیش ہوا۔ یہ حالت محض ڈینور ہی کی نہیں ہے۔ امریکہ کے تقریباً تمام شہروں کی قریب قریب یہی حالت ہے۔"

پھر لکھتا ہے:۔

"طلاق اور تفریق کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں اور اگر یہی حالت رہی جیسی کہ امید ہے تو غالباً ملک کے اکثر حصوں میں جتنے شادی کے لائسنس دیئے جائیں گے اتنے ہی طلاق کے مقدمے پیش ہوں گے۔"[1]

[1] Revolt of Modern Youth, p. 211-14

کچھ عرصہ ہوا کہ ڈیٹرائٹ (Derroit) کے اخبار "فری پریس" میں ان حالات پر ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا ایک فقرہ یہ ہے۔

"نکاحوں کی کمی، طلاقوں کی زیادتی، اور نکاح کے بغیر مستقل یا عارضی ناجائز تعلقات کی کثرت یہ معنی رکھتی ہے کہ ہم حیوانیت کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ بچے پیدا کرنے کی فطری خواہش مٹ رہی ہے۔ پیدا شدہ بچوں سے غفلت برتی جا رہی ہے۔ اور اس امر کا احساس رخصت ہو رہا ہے کہ خاندان اور گھر کی تعمیر، تہذیب، اور آزاد حکومت کے بقا کے لیے ضروری ہے۔ اسکے برعکس تہذیب اور حکومت کے انجام سے ایک بے دردانہ بے اعتنائی پیدا ہو رہی ہے۔"

طلاق و تفریق کی اس کثرت کا علاج اب یہ نکالا گیا ہے کہ (Companionate Marriage) یعنی "آزمائشی نکاح" کو رواج دیا جائے۔ مگر یہ علاج اصل مرض سے بھی بدتر ہے۔ آزمائشی نکاح کے معنی یہ ہیں کہ مرد اور عورت "پرانے فیشن" کی شادی کیے بغیر کچھ عرصہ تک باہم مل کر رہیں۔ اگر اس یکجائی میں دل سے دل مل جائے تو شادی کریں، ورنہ دونوں الگ ہو کر کہیں اور قسمت آزمائی کریں۔ دوران آزمائش میں دونوں کو اولاد پیدا کرنے سے پرہیز کرنا لازم ہے، کیونکہ بچے کی پیدائش کے بعد انکو باضابطہ نکاح کرنا پڑے گا۔ یہ وہی چیز ہے جسکا نام روس میں آزاد محبت (free love) ہے۔

قومی خودکشی نفس پرستی، ازدواجی ذمہ داریوں سے نفرت، خاندانی زندگی سے بیزاری، اور ازدواجی تعلقات کی ناپائداری نے عورت کے اُس فطری جذبۂ مادری کو قریب قریب فنا کر دیا ہے جو نسوانی جذبات میں سب سے زیادہ اشرف و اعلیٰ روحانی جذبہ ہے، اور جسکے بقاء پر نہ صرف تمدن و تہذیب، بلکہ انسانیت کے بقاء کا انحصار ہے۔ منع حمل، اسقاطِ حمل اور قتلِ اطفال اسی جذبہ کی موت سے پیدا ہوئے ہیں۔ منع حمل کی معلومات ہر قسم کی قانونی پابندیوں کے باوجود ممالک متحدہ امریکہ میں ہر جوان لڑکی اور لڑکے کو حاصل ہیں۔ مانع حمل دوائیں اور آلات بھی آزادی کے ساتھ دوکانوں پر فروخت ہوتے ہیں۔ عام آزاد عورتیں تو درکنار مدرسوں اور

کالجوں کی لڑکیاں بھی اس سامان کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں، تاکہ اگر ان کا دوست اتفاقاً اپنا سامان بھول آئے تو ایک پر لطف شام ضائع نہ ہونے پائے۔ جج لنڈسے لکھتا ہے:۔

"ہائی اسکول کی عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ انکو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان میں سے صرف ۲۵ ایسی تھیں جنکو حمل ٹھیر گیا تھا۔ ان میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئی تھیں۔ لیکن اکثر کو منع حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا۔ یہ واقفیت ان میں اتنی عام ہو چکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔"

کنواری لڑکیاں ان تدابیر کو اس لیے استعمال کرتی ہیں کہ انکی آزادی میں فرق نہ آئے۔ شادی شدہ عورتیں اس لیے ان سے استفادہ کرتی ہیں کہ بچہ کی پیدائش سے نہ صرف ان پر تربیت اور تعلیم کا بار پڑ جاتا ہے، بلکہ شوہر کو طلاق دینے کی آزادی میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور تمام عورتیں اس لیے ماں بننے سے نفرت کرنے لگی ہیں کہ زندگی کا پورا پورا لطف اٹھانے کے لیے اُن کو اس جنجال سے بچنے کی ضرورت ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ ان کے نزدیک بچے جننے سے ان کے حسن میں فرق آجاتا ہے۔[1] بہرحال اسباب خواہ کچھ بھی ہوں۔ ۹۵ فیصدی تعلقات مرد و زن ایسے ہیں جن میں اس تعلق کے فطری نتیجے کو منع حمل کی تدبیروں سے روک دیا جاتا ہے۔ باقی ماندہ پانچ فیصدی حوادث جن میں اتفاقاً حمل قرار پا جاتا ہے، ان کے لیے اسقاط اور قتل اطفال کی تدبیریں موجود ہیں۔ جج لنڈسے کا بیان ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم ۱۵ لاکھ حمل ساقط کیے جاتے ہیں۔ اور ہزار ہا بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر دیے جاتے ہیں (صفحہ ۲۲۰)

انگلستان کی حالت میں ان افسوسناک تفصیلات کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا۔ مگر ناممکن ہے کہ اس حصۂ بحث کو جارج رائیلی اسکاٹ کی کتاب تاریخ انفشار (A History of Prostitution) کے چند اقتباسات نقل کیے بغیر ختم کر دیا جائے۔ اس کتاب کا مصنف ایک انگریز ہے اور اس نے

[1] Macfadden, Manhood and Marriage. p. 82.

زیادہ تر اپنے ہی ملک کی اخلاقی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے :-

"جن عورتوں کی بسر اوقات کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اپنے جسم کو کرایہ پر چلا کر روزی کمائیں، انکے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد اُن عورتوں کی بھی ہے (اور وہ روز بروز زیادہ ہو رہی ہے) جو اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے دوسرے ذرائع رکھتی ہیں اور ضمنی طور پر اسکے ساتھ ساتھ فاحشہ گری بھی کرتی ہیں تاکہ آمدنی میں کچھ اور اضافہ ہو جائے۔ یہ پیشہ ور فاحشات سے کچھ بھی مختلف نہیں ہیں، مگر اس نام کا اطلاق ان پر کیا نہیں جاتا۔ ہم انکو غیر پیشہ ور فاحشات (Amateur Prostitutes) کہہ سکتے ہیں ......"

" ان شوقین (یا غیر پیشہ ور) فاحشات کی کثرت آج کل جتنی ہے اتنی کبھی نہ تھی۔ سوسائٹی کے نیچے سے لیکر اوپر تک ہر طبقہ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ان معزز خواتین کو کہیں اشارے کنایے میں بھی "فاحشہ" کہدیا جائے تو یہ آگ بگولا ہو جائینگی۔ مگر انکی ناراضی سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ حقیقت بہر حال یہی ہے کہ ان میں اور پکاڈلی کی کسی بڑی سے بڑی بے شرم بیسوا میں بھی اخلاقی حیثیت سے کوئی وجہ امتیاز نہیں ہے۔ ..... اب جوان لڑکیوں کے لیے بدچلنی اور بے باکی، بلکہ سوقیانہ اطوار تک فیشن میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور سگرٹ پینا، تلخ شرابیں استعمال کرنا، ہونٹوں پر سرخی لگانا، صنفیات اور منع حمل کے متعلق اپنی واقفیت کا اظہار کرنا، فحش لٹریچر پر گفتگو کرنا، یہ سب چیزیں بھی ان کے لیے فیشن بنی ہوئی ہیں۔ ...... ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جو شادی سے پہلے صنفی تعلقات بلا تکلف قائم کر لیتی ہیں۔ اور وہ لڑکیاں اب شاذ کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربانگاہ کے سامنے نکاح کا پیمانِ وفا باندھتے وقت صحیح معنوں میں دوشیزہ ہوتی ہوں۔"

آگے چل کر یہ مصنف ان اسباب کا تجزیہ کرتا ہے جو حالات کو اس حد تک پہنچا دینے کے موجب ہوئے ہیں۔ اور مناسب تر یہ ہے کہ اس تجزیہ کو بھی اسی کے الفاظ میں یہاں نقل کیا جائے :

"سب سے پہلے اُس شوق آرائش کو لیجیے جس کی وجہ سے ہر لڑکی میں نئے فیشن کے قیمتی لباسوں اور حسن افزائی کے مختلف النوع سامانوں کی بے پناہ حرص پیدا ہو گئی ہے۔ یہ اس بے ضابطہ شہوت گری کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ ہر شخص جو دیکھنے والی آنکھیں رکھتا ہے اس بات کو بآسانی دیکھ سکتا ہے کہ وہ سینکڑوں ہزاروں لڑکیاں جو اسکے سامنے سے روزانہ گذرتی ہیں عموماً اتنے قیمتی کپڑے پہنے ہوئے ہوتی ہیں کہ انکی جائز کمائی کسی طرح بھی ایسے لباسوں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا آج بھی یہ کہنا اتنا ہی صحیح ہے جتنا نصف صدی پہلے صحیح تھا کہ مرد ہی ان کے لیے کپڑے خریدتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے جو مرد ان کے لیے کپڑے خریدتے تھے وہ ان کے شوہر یا باپ بھائی ہوتے تھے اور اب ان کے بجائے کچھ دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔

"عورتوں کی آزادی کا بھی ان حالات کی پیدائش میں بہت کچھ دخل ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں لڑکیوں پر سے والدین کی حفاظت و نگرانی اس حد تک کم ہو گئی ہے کہ تیس چالیس سال قبل لڑکوں کو بھی اتنی آزادی حاصل نہ تھی جتنی اب لڑکیوں کو حاصل ہے۔

"ایک اور اہم سبب، جو سوسائٹی میں وسیع پیمانہ پر صنفی آوارگی پھیلنے کا موجب ہوا ہے، یہ ہے کہ عورتیں روز افزوں تعداد میں تجارتی کاروبار، دفتری ملازمتوں اور مختلف پیشوں میں داخل ہو رہی ہیں جہاں شب و روز ان کو مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اس چیز نے عورتوں اور مردوں کے اخلاقی معیار کو بہت گرا دیا ہے۔ مردانہ اقدامات کے مقابلہ میں عورت کی قوت مزاحمت کو بہت کم کر دیا ہے، اور دونوں صنفوں کے شہوانی تعلق کو تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد کر کے رکھ دیا ہے۔ . . . . اب جوان لڑکیوں کے ذہن میں شادی اور باعصمت زندگی کا خیال تک ہی نہیں۔ آزادانہ "خوش وقتی" جسے پہلے کبھی آوارہ قسم کے مرد ڈھونڈھتے پھرتے تھے، آج ہر لڑکی اس کی جستجو کرتی پھرتی ہے۔ دوشیزگی اور بکارت کو ایک دقیانوسی چیز سمجھا

جاتا ہے اور دورِ جدید کی لڑکی اس کو ایک مصیبت خیال کرتی ہے - اس کے نزدیک زندگی کا لطف یہ ہے کہ عہدِ شباب میں لذاتِ نفس کا جام خوب جی بھر کے پیا جائے۔ اسی چیز کی تلاش میں وہ رقص خانوں، نائٹ کلبوں اور ہوٹلوں اور قہوہ خانوں کے چکر لگاتی ہے، اور اسی کی جستجو میں وہ بالکل اجنبی مردوں کے ساتھ موٹر کی سیر کے لیے بھی جانے پر آمادہ ہو جاتی ہے دوسرے الفاظ میں وہ جان بوجھ کر خود اپنی خواہش سے اپنے آپ کو ایسے ماحول میں اور ایسے حالات میں پہنچا دیتی ہے اور پہنچاتی رہتی ہے جو صنفی جذبات کو مشتعل کرنے والے ہیں - اور پھر اسکے جو قدرتی نتائج ہیں ان سے وہ گھبراتی نہیں ہے بلکہ انکا خیر مقدم کرتی ہے۔"